سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۴

صبر اور مقامِ صدیقین

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲

صبر اور مقامِ صدیقین

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کُتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲

میں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

داغ حسرت سے دل سجائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں

ان حسینوں سے دل بچانے میں
مَیں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

حُسنِ فانی کے چکروں میں میر
کتنے لوگوں نے دن گنوائے ہیں

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سُنائے ہیں

منزل قرب یوں نہیں ملتی
زخم حسرت ہزار کھائے ہیں

کام بنتا ہے فضل سے اختر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

★

فہرست

عنوان	صفحہ

مقدمۃ الکتاب

از

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسوله الکریم

امسال ١٩ شعبان المعظم ١٤١٩ھ مطابق ٩ دسمبر ١٩٩٨ء بروز بدھ پونے دس بجے صبح والدہ مولانا مظہر سلمہٗ کا انتقال ہوگیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پچاس سالہ رفاقت کا باب بند ہوگیا جس سے قلب پر بہت اثر ہے لیکن الحمد للہ تعالیٰ میرے بزرگوں کے فیض سے دل بالکل اللہ کی مرضی پر راضی ہے جس پر احقر کے چند اشعار ہیں ؎

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے
کیف تسلیم و رضا سے ہے بہار بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اختر روح رنجیدہ نہیں
صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

پچاس سال تک ان کے جو حالات رفیعہ دیکھے اس سے احقر کا گمان

اقرب الی الیقین ہے کہ وہ ایک صاحب نسبت، بہت بڑے درجہ کی ولیہ تھیں۔ دین میں وہ ہمیشہ میری مددگار رہیں، برسوں سے غیر ملکی اسفار ہورہے ہیں کبھی حائل نہ ہوئیں۔ ان کی وجہ سے ہی مجھے اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا ممکن ہوا کیونکہ شیخ کے ساتھ میرے تعلق کو دیکھ کر نکاح کے بعد ہی انہوں نے مجھے خوشی سے اجازت دی کہ آپ جب تک چاہیں شیخ کی خدمت میں رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا اور یہ بھی کہا کہ آپ جس حال میں رہیں گے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گے، آپ کھائیں گے تو ہم بھی کھائیں گے آپ فاقہ کریں گے تو ہم بھی فاقہ کریں گے، آپ جنگل میں رہیں گے تو ہم بھی جنگل میں رہیں گے۔ آپ جو کھلائیں گے کھالیں گے جو پہنائیں گے پہن لیں گے اور آپ سے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہ کریں گے اور اس پر عمل کر کے دکھادیا کہ پوری زندگی کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ دل میں دنیا کی محبت بالکل نہیں تھی، جانتی ہی نہیں تھیں کہ دنیا کیا چیز ہے۔ جب گھر میں جاتا تو اکثر دیکھتا کہ قرآن پاک کھلا ہوا ہے اور تلاوت ہورہی ہے۔ یہ بھی ان کی کرامت تھی کہ برسوں سے مختلف امراض لاحق تھے لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ انتقال کے قریب ان کے پاس تیماردار عورتوں کو نہایت عمدہ و عجیب وغریب قسم کی خوشبو محسوس ہوئی۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مولانا مظہر سلمہٗ جیسا لائق، متقی، عالم بیٹا عطا فرمایا جن سے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دین کا عظیم الشان کام لے رہے ہیں اور ان کے بیٹے بھی ماشاء اللہ حافظ عالم ہورہے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری اولاد کو قیامت تک خدمت دینیہ کی توفیق بخشیں اور قیامت تک میری اولاد میں علماء ربانیین علیٰ سطح ولایت الصدیقیت پیدا ہوتے رہیں تاکہ جو دینی ادارے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں ان کو قیامت تک باحسن وجوہ چلانے کی میری اولاد کو اللہ تعالیٰ صلاحیت عطا فرمائے اور قبول فرمائے آمین۔

انتقال کے بعد ان کے لئے بہت سے مبشرات منامیہ بھی ہیں۔ مفتی حسین بھیات صاحب سلمہٗ جو جنوبی افریقہ کے عالم ہیں، میرے بہت خاص احباب میں سے ہیں اور میرے مجاز بھی ہیں انہوں نے انتقال کے دوسرے دن خواب دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن فرشتے نے ان کو روک دیا کہ ابھی نہیں اور پوچھا کہ پیچھے کون آرہی ہیں؟ مفتی حسین بھیات نے کہا کہ یہ میری ماں ہیں (یعنی والدہ مولانا مظہر سلمہٗ) فرشتے نے ان کو راستہ دے دیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئیں۔ جدہ میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ نہایت شاندار لباس پہنے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کررہی ہیں۔ تلاوت کرتے ہوئے اور بھی کئی احباب نے دیکھا۔ مولانا مظہر سلمہٗ کے برادر نسبتی مفتی عاصم سلمہٗ نے خواب میں دیکھا کہ والدہ مظہر سلمہٗ ایک اتنے بڑے کمرہ میں ہیں جس کی چھت نظر نہیں آرہی ہے اور زمین سے کوئی بہت چمکدار چیزیں اٹھا رہی ہیں جس کی تعبیر یہ دی گئی کہ یہ ایصال ثواب ہے جو ان کو پہنچ رہا ہے۔ اور احقر کے احباب میں سے جناب ظفر اقبال صاحب انجینئر جن کو انتقال کی خبر نہیں تھی انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا اشرف علی

صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے اور احقر کے یہاں بھی کوئی جنازہ ہو گیا ہے اور دیکھا کہ حضرت تھانوی کا جنازہ احقر کے گھر سے نکل رہا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ والدہ مولانا مظہر سلمہٗ کی مغفرت بے حساب فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یا رب العالمین بحرمة رحمة للعٰلمین صلی اللّٰہ علیه و سلم

۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعہ احقر کا بیان مسجد اشرف میں تعزیت کے متعلق ہوا جس کو احباب نے بہت پسند کیا۔ میر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع اور مرتب کیا اور اس کا نام صبر اور مقام صدیقین تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائے اور قیامت تک امت مسلمہ کے لئے نافع اور باعث تسلی خاطر بنائے۔

العارض

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

انعام تسلیم و رضا

منکشف راہ تسلیم جس پر ہوئی
اس کا غم رازدار مسرت ہوا
راہ تسلیم میں جس نے سر دے دیا
اس کا سر تاجدار محبت ہوا

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر مدظلہ العالی)

صبر اور مقام صدیقین

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفی

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ رَحْمَۃٌ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ﴾ (پ۲ بقرہ)

و قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ان للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ و کل عندہ باجل مسمّیً فلتصبر و لتحتسب

(بخاری ج ۱ باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ ص ۱۷۱)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور اس کے مخاطب صحابہ بھی ہیں اور قیامت تک آنے والی اُمّت مسلمہ بھی۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اول خطاب تو صحابہ سے ہے۔ و لنبلونکم میں ضمیر ”کم“ حاضر کی ہے مگر صحابہ کے واسطے سے قیامت تک کے ایمان والوں کو خطاب ہے کہ ہم ضرور ضرور تمہارا امتحان لیں گے۔ و لنبلونکم کے معنیٰ امتحان لینے کے ہیں جیسا کہ سورۂ ملک میں فرمایا

﴿ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ﴾

اے انسانو تم کو زندگی ہم نے اس لئے دی ہے تاکہ ہم تمہیں آزمائیں کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور زندگی کے بعد موت دیتا ہوں تاکہ تم واپس آکر مجھے اپنا حساب کتاب پیش کرو۔

ابتلاء و امتحان کا مفہوم

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ حقیقت امتحان حقیقت ابتلاء حقیقت اختبار کا عام مفہوم تحصیل علم ہے کہ جس کا امتحان لیا جائے اس کے بارے میں علم حاصل کیا جائے کہ اس کے اندر کیا قابلیت ہے جیسے مدرسوں کے ممتحن اور مہتمم اسی لئے امتحان لیتے ہیں کیونکہ ان کو خبر نہیں ہوتی کہ طالب علم میں کتنی قابلیت ہے، اس کو سبق یاد ہے یا نہیں اور یہ پاس ہوگا بھی یا نہیں۔ تو یہاں قابلیت کا علم حاصل کرنے کے لئے امتحان لیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف اس مفہوم کی نسبت کرنا محال ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ یہ علم حاصل کرنے کے لئے امتحان لیتے ہیں کہ کون کس درجہ کا صابر اور کس درجہ کا وفادار ہے اور یہ اللہ کے لئے محال ہے کہ وہ اپنے بندوں کی قابلیت سے بے خبر ہو کیونکہ

﴿ و ھو اللطیف الخبیر ○ و ھو علیم بذات الصدور ﴾

ہے وہ لطیف ہے خبیر ہے علیم ہے ہمارے سینوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ لہٰذا یہاں امتحان کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اللہ ایمان والوں کی قابلیت صبر

جاننے کے لئے امتحان لیتا ہے کیونکہ اللہ کو ہمارے امتحان کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ بغیر امتحان جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے، ہماری طاقت دست و بازو سے وہ باخبر ہے۔ لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ کا لفظ امتحان اور ابتلاء استعمال فرمانا تحصیل علم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کو استعارۂ تمثیلیہ کہتے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ ہم تو اپنے عاشقوں کے مقامات کو جانتے ہی ہیں کہ وہ ہر حال میں صابر اور میرے وفادار رہیں گے۔

عاشقان خدا کے امتحان کا مقصد

لیکن اس امتحان سے سارے عالم کو دکھانا چاہتے ہیں، سارے عالم میں اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی تاریخ سازی کرتے ہیں کہ میرے عاشق ایسے باوفا ہوتے ہیں کہ مصائب میں بھی مجھ کو نہیں بھولتے اور نعمتوں میں بھی مجھے فراموش نہیں کرتے۔ لہٰذا یہاں امتحان سے تحصیل علم کا مفہوم محال ہے، یہ تو بندوں کے لئے ہے کیونکہ ہم تو محتاج ہیں ہم امتحان کے ذریعہ دوسروں کی قابلیت کا علم حاصل کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ امتحان سے بے نیاز ہے وہ بغیر امتحان ہمیں خوب جانتا ہے۔ و لنبلونکم ضرور ضرور ہم تمہارا امتحان لیں گے یعنی ان آزمائشوں سے، ان مجاہدات سے تمہیں گذاریں گے تاکہ سارے عالم میں اے ایمان والو تمہاری وفاداری کی تاریخ روشن ہو جائے اور تمہاری وفاداری بھی ہمارے فضل سے ہوگی، ہماری امداد سے ہوگی۔

﴿وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر اللہ کی مدد کا محتاج ہے تو امت کہاں سے صبر لائے گی۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ سے صبر مانگنا چاہئے۔

شرح حدیث "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا ....."

" اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ

فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا "

اے اللہ مجھے بہت زیادہ صبر کرنے والا اور بہت زیادہ شکر کرنے والا بنا دیجئے اور میری نظر میں آپ مجھ کو چھوٹا دکھائیے اور مخلوق کی نظر میں آپ مجھ کو بڑا دکھائیے میری نظر میں مجھ کو صغیر رکھئے لیکن بندوں کی نظر میں کبیر کر دیجئے تاکہ ہم جب کوئی دین کی بات پیش کریں تو وہ سر آنکھوں پر قبول کرلیں۔ اس لئے دین کے خادموں کو یہ دعا ضرور مانگنی چاہئے کیونکہ امت میں اگر ان کی عزت و قدرو منزلت نہیں ہوگی تو پھر ان کی بات کی اہمیت نہیں ہوگی لہٰذا جب مخلوق تعریف کرے تو شکر کرو کہ اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی کہ مخلوق میں ہمیں بڑا دکھا رہا ہے لیکن اپنے کو بڑا سمجھنا حرام ہے اس لئے روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اے اللہ میں ساری دنیا کے مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل کیونکہ ابھی معلوم نہیں کہ خاتمہ کس حال پر ہونا مقدر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے امتحان کے منصوص پرچے

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ولنبلونکم بشیءٍ ہم ضرور ضرور تمہارا امتحان لیں گے مگر امتحان جو ہوگا بہت ہلکا ہوگا شیءٍ میں جو تنوین ہے وہ تقلیل کے لئے ہے۔ شیءٍ کے معنی ہیں تھوڑا اور "ب" داخل کردیا جس کے معنی ہوئے کہ شیءٍ کا بھی کچھ جز یعنی قلیل ترین بہت تھوڑا بہت ہلکا پرچہ ہوگا لہٰذا زیادہ گھبراؤ مت اور کس چیز میں امتحان ہوگا؟ آگے پرچہء مضمون بھی بتا دیا۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اگر امتحان لینے والا سوالات کو پہلے ہی سے بتادے تو بتایئے کہ کتنا آسان پرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے امتحان کے پرچوں کو بتارہے ہیں کہ فلاں فلاں مضامین میں تمہارا امتحان ہوگا اس لئے امتحان کے پرچوں سے آگاہ فرمادیا اور تفسیر روح المعانی میں ایک وجہ اور بیان فرمائی کہ مصیبت فجائیہ یعنی جو مصیبت اچانک آجاتی ہے وہ زیادہ محسوس ہوتی ہے اور اگر معلوم ہوجائے کہ یہ مصیبت آنے والی ہے تو اس کے لئے فیلڈ تیار ہوجاتی ہے، صبر آسان ہوجاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے آگاہ فرمادیا کہ فلاں فلاں مصیبت تم لوگوں کو آئے گی اور ان ان مصائب میں تمہارا امتحان ہوگا۔ تو پہلے سے علم ہوجانے سے پرچہ اور آسان ہوگیا اور اسی لئے اکثر مریض کافی دن تک بیمار رکھے جاتے ہیں تاکہ اس کے متعلقین دھیرے دھیرے اس مصیبت کیلئے تیار ہوجائیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ میرے ماں باپ یا قریبی عزیز چارپائی پر

پیشاب پاخانہ کررہے ہیں تو جن کی موت سے ڈر رہا تھا وہ خود ہی دعا مانگنے لگتا ہے کہ یااللہ میرے اماں ابا کو یا بیوی کو یا شوہر کو یہ تکلیف نہ دیجئے اب تحمل نہیں ہے کہ اگر اب زیادہ دن تک فالج رہے گا تو میرے ماں باپ کی کھالیں سڑ جائیں گی، زخمی ہو جائیں گی اور تمام بدن سڑ جائے گا۔ کروٹ نہ لینے سے بدن سڑ جاتا ہے یہ حرکت جو ہے ہماری حفاظت ہے ۔جو ہم چلتے پھرتے رہتے ہیں اگر ایک طرح لیٹے رہیں تو کھال زخمی ہونے لگتی ہے۔

تاثیر صحبت اہل اللہ

جیسے اصحاب کہف کو اللہ نے سلادیا اور تقریباً تین سو برس تک وہ سوتے رہے اور زندہ بھی رہے اللہ نے ان پر صرف نیند طاری کردی تھی جب ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لئے وہ غار میں گئے ایک کتا ان کے ساتھ جانے لگا۔ یہ اصحاب کہف اس کو پتھر مار رہے تھے کہ تو کہاں آرہا ہے منحوس ! تجھ کو پالنا بھی جائز نہیں۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دے دی۔ اس نے کہا میں کتا تو ہوں لیکن مجھے عام کتوں کی طرح نہ سمجھئے میں آپ کی حفاظت کروں گا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس کا نام قطمیر ہے اور ان اولیاء اللہ کی برکت سے وہ بھی جنت میں جائے گا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت کی تاثیر تو دیکھو کہ کتا جیسا نجس جانور جس کا لعاب دہن پیشاب کے

برابر ناپاک اس ناپاک کو بھی اللہ تعالیٰ پاک کرکے جنت میں بھیج دیں گے۔ یہ ہے صحبت اہل اللہ جس کی بعض نادان اپنے تکبر کی وجہ سے حقارت بیان کرتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ دیکھ لو اصحاب کہف کو۔ قرآن پاک ناطق ہے اس منطوق کا، اس مفہوم کا جو میں نے پیش کیا کہ اصحاب کہف کی برکت سے وہ کتا جنت میں جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحاب کہف میرے اولیاء تھے اور ان کو چونکہ کئی سو برس تک سلانا تھا تو ان کو کروٹ کون دیتا تھا؟ فرماتے ہیں

﴿نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾

ہم خود اپنی رحمت سے ان کو دائیں بائیں کروٹ دیا کرتے تھے جیسے ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے تاکہ زمین پر لگنے سے ان کی کھالیں زخمی نہ ہوجائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھو۔ جو لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم اللہ والے ہوجائیں گے، اگر ہم داڑھی رکھ لیں گے، اگر ہم خاندان کی رسومات شادی بیاہ میں اور ناچ گانے میں شرکت نہیں کریں گے تو ہمیں کون پوچھے گا، ہم معاشرے سے کٹ جائیں گے، سوسائٹی ہمیں نہیں پوچھے گی تو ہمارا کیا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ وہی ہوگا جو اصحاب کہف کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے وہ اپنے اولیاء کو دوسروں کے حوالہ نہیں کردیتے کہ جاؤ تم ہمارے دوست تو ہو لیکن ہمیں تمہاری پرواہ نہیں ہے۔ آہ! اللہ تعالیٰ بہت پرواہ کرتے ہیں اور واہ واہ بھی دلاتے ہیں ہر طرف عزت دیتے ہیں دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ کے امتحان کا پہلا پرچہ

تو اللہ تعالیٰ امتحان سے آگاہ فرمارہے ہیں:

﴿و لنبلونکم بشیءٍ من الخوف﴾

ہم تمہیں ضرور ضرور آزمائیں گے اور اس آزمائش اور امتحان کا پہلا پرچہ خوف ہے یعنی خوف میں ہم تمہارا امتحان لیں گے لیکن گھبرانا نہیں یہ پرچہ بھی بہت آسان اور ہلکا ہوگا۔ شئی کا استعمال بھی تقلیل کے لئے ہے اور تنوین بھی تقلیل کے لئے اور من بھی تبعیضیہ ہے یعنی بہت ہی قلیل خوف سے تمہاری آزمائش ہوگی جو دشمنوں سے یا نزول حوادث یا مصائب کی وجہ سے پیش آئے گا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں المراد بالخوف خوف العدو خوف سے مراد دشمن کا خوف ہے۔

انبیاء علیہم السلام پر مصائب کی وجہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿و کذالك جعلنا لکل نبیٍ عدوًا من المجرمین﴾

ہر نبی کے لئے ہم نے دشمن بنایا۔ یہ 'جعل' تکوینی ہے انبیاء کی ترقی درجات و تربیت کے لئے۔ پس جس کا کوئی دشمن نہ ہو سمجھ لو یہ شخص علیٰ منہاج النبوۃ نہیں ہے ورنہ اس کے بھی دشمن ہوتے اگرچہ

امتی کا پرچہ نبیوں سے آسان ہوتا ہے کیونکہ بڑے لوگوں کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے مصائب مجھے دیئے گئے کسی نبی کو ان مصائب سے نہیں گذارا گیا کیونکہ آپ سیدالانبیاء تھے لہٰذا ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اسی طرح صحابہ کو دشمنوں کا خوف رہتا تھا

﴿و بلغت القلوب الحناجر﴾ (احزاب)

یہاں تک کہ بعض وقت کلیجے منہ کو آگئے

﴿وزُلزِلوا زِلزَالاً شَدِیْداً﴾

اور سخت زلزلے میں ڈالے گئے، ان کو ہلادیا گیا لیکن پھر بھی وہ

﴿حَسبُنَااللّٰہُ وَنِعْمَ الوَکِیْلُ﴾

کہتے تھے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ غرض وہ خوف میں مبتلا کئے گئے۔

اولیاءاللہ پر مصائب کی وجہ

بات یہ ہے کہ اللہ جس کو اپنا مقبول بناتا ہے بڑے درجہ کی عزت دیتاہے تو اس کو ذرا خوف سے بھی گذارا جاتا ہے تاکہ اس کا

دل مضبوط ہوجائے اور اتنا غم پہنچایا جائے کہ جب اس کو ساری دنیا میں عزت اور خوشی ملے تو اس کے سابقہ غم تکبر سے اس کی محافظت کریں۔اس کی عبدیت کا زاویہ قائمہ ۹۰ ڈگری قائم رہے۔ ایسا نہ ہو کہ چاروں طرف سے واہ واہ ہو تو اس کی آہ ختم ہوجائے۔جس متبع سنت بندے کو اللہ تعالیٰ بڑا رتبہ دینا چاہتے ہیں اس کو اتنا غم دیتے ہیں کہ اس کی آہ نہ یاہ سے ضائع ہوتی ہے نہ جاہ سے ضائع ہوتی ہے اور نہ واہ واہ سے ضائع ہوتی ہے۔ سارا عالم اس کی تعریف کرے لیکن اس کی بندگی اور اس کی عاجزی اس کی آہ وزاری اس کی اشکباری ہمیشہ قائم اور تابندہ درخشندہ اور پائندہ رہتی ہے اس لئے غم سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ ایسے حالات سے اللہ تعالیٰ گذاردیتا ہے۔ دیکھ لو صحابہ کو خطاب ہورہا ہے۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ﴾

اور جنگ بدر وغیرہ میں کیسے کیسے مصائب سے گذرے لیکن انبیاء کو جو مصائب دیئے جاتے ہیں وہ ان کی بلندی درجات کے لئے ہوتے ہیں۔ انبیاء کو عجب وکبر سے حفاظت کے لئے نہیں دئے جاتے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے اخلاق رذیلہ اس کے اندر پیدا ہی نہیں ہوسکتے اس لئے انبیاء کے مصائب ان کی رفعت شان اور بلندی درجات کے لئے ہوتے ہیں لیکن اولیاء اللہ کو خوف اور مصیبت جو پیش آتی ہے اس کی غرض یہ

ہوتی ہے کہ عجب و کبر سے ان کی حفاظت رہے۔

امتحان کا دوسرا پرچہ

اور خوف کے بعد دوسرے امتحان سے آگاہ فرما رہے ہیں وَالْجُوْعِ تمہارے امتحان کا دوسرا پرچہ بھوک ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہاں بھوک سے مراد قحط ہے۔ اصل میں بھوک مسبب ہے اس کا سبب قحط ہے لہٰذا اس کی تفسیر قحط سے کی کہ بارش نہیں ہوگی تو غلہ کم ہو جائے گا اور روٹی نہیں ملے گی تو بھوک لگے گی تو یہ تسمیۃ السبب باسم المسبب ہے۔ اس کو بلاغت کے علم میں مجاز مرسل کہتے ہیں۔ اس نبی اُمّی کی زبان سے مجاز مرسل کا استعمال جس نے کبھی مکتب کا منہ نہ دیکھا ہو، نہ مختصر المعانی پڑھی ہو نہ مجاز مرسل کا نام ہی سنا ہو یہ دلیل ہے کہ یہ نبی اپنی طرف سے کلام نہیں بناتا۔ بکریاں چرانے والا پیغمبر اپنی بلاغت سے تمام عالم کو عاجز کر رہا ہے۔ اس اُمّی کی زبان سے ایسا فصیح و بلیغ کلام جاری ہونا خود دلیل ہے کہ یہ نبی کا کلام نہیں بلکہ سینہ نبوت پر کلام اللہ نازل ہو رہا ہے اور کلام اللہ کو آپ کے قلب مبارک میں جمع کرنے اور آپ کی زبان مبارک سے پڑھوانے اور بیان کرانے کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے لی۔ جب قرآن مجید نازل ہوتا تھا تو آپ ڈر کی وجہ سے جلدی جلدی دہراتے تھے کہ کہیں بھول نہ جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آیت نازل فرمائی

کہ اے نبی نزول وحی کے وقت آپ جلدی جلدی دہرایا نہ کیجئے کیونکہ آپ کے قلب مبارک میں اس کا جمع کرادینا اور آپ کی زبان مبارک سے پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾

پھر لوگوں کے سامنے اس کا بیان کرادینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا آپ کیوں گھبراتے ہیں۔

امتحان کا تیسرا پرچہ

تو امتحان کے دو پرچے ہوگئے۔ پہلا پرچہ خوف ہے اور دوسرا پرچہ بھوک اور تیسرا پرچہ ہے

﴿وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ﴾

اور کبھی کبھی تمہارے مال میں بھی نقصان ہوگا اور کس طرح سے ہوگا؟ کبھی تجارت میں گھاٹا ہوگا اور صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ کبھی باغات میں پھل نہیں آئیں گے تو پھلوں کی کمی سے مال کی کمی ہوجائے گی۔

امتحان کا چوتھا پرچہ

اور چوتھا پرچہ ہے "وَالْاَنْفُسِ" اور کبھی کبھی تمہارے پیاروں کی

ہم جان لے لیں گے یعنی اِنَّ ذِھَابَ الْاَحِبَّۃِ لِسَبَبِ الْقَتْلِ وَالْمَوْتِ کسی کا قتل ہوگا کسی کو موت آئے گی اس طرح اللہ کی طرف جانا ہوگا۔ موت چاہے قتل سے ہو یا طبعی ہو کبھی تمہارے پیارے اٹھائے جائیں گے تو اس میں بھی تمہارا امتحان ہوگا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ پرچہ آؤٹ کر کے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتادیا کہ یہ مصیبت اچانک نہیں ہوگی کیونکہ ہم تو پہلے ہی بتاچکے ہیں کہ ان مضامین میں تمہارا امتحان ہوگا۔ اچانک مصیبت زیادہ محسوس ہوتی ہے اور اگر پہلے ہی بتادیا جائے کہ یہ مصیبت آنے والی ہے تو آدمی اس کے لئے تیار ہوجاتا ہے اور پھر بتانے والا اللہ جہاں تخلف نہیں ہوسکتا جہاں جھوٹ کا امکان نہیں ہے۔

امتحان کا پانچواں پرچہ

اور پانچواں امتحان ہے وَالثَّمَرَاتِ اور کبھی اللہ تعالیٰ پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے۔ اسکی تفسیر بعضوں نے یہ بھی کی ہے کہ اس سے مراد اولاد کا انتقال ہے کہ اولاد ماں باپ کے لئے پھل ہوتے ہیں۔ بہرحال ظاہر تفسیر یہی ہے کہ باغات میں پھل نہیں آئیں گے۔

مصیبت اور لفظ 'بشارت' کا ربط

کیوں صاحب اگر مصیبتیں بلائیں اور تکالیف بُری چیز ہیں تو کیا بُری چیز پر بھی بشارت دی جاتی ہے؟ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ بَشِّرِ

الصّٰبِرِیْنَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے، خوشخبری سنا دیجئے۔ کسی کو تکلیف ہو اور آپ کہیں مبارک تو اس کو کس قدر غم ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس امتحان میں جب کوئی مبتلا ہو تو آپ بشارت دے دیجئے۔ کس کو بشارت دیجئے؟ صبر کرنے والوں کو۔ معلوم ہوا کہ مومن کے لئے مصیبت اگر بُری چیز ہوتی تو یہاں اللہ تعالیٰ لفظ بشارت نازل نہ فرماتے اور بشارت دینے والا ارحم الراحمین ہے اور جس کے ذریعہ سے بشارت دلا رہے ہیں وہ رحمۃ للعالمین ہے یعنی سب سے بڑے پیارے نے مخلوق میں سب سے بڑے پیارے سے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت دلوائی ہے لہٰذا یہ بشارت بھی کتنی پیاری ہے۔ یہ بشارت دلیل ہے کہ یہ مصیبت زحمت نہیں رحمت ہے، نعمت ہے اور کوئی عظیم الشان چیز ملنے والی ہے جیسے کوئی کسی سے موٹر سائیکل چھین لے اور مرسیڈیز دے دے تو بتائیے کیا یہ مصیبت ہے؟ پس مصیبت مومن کے لئے بُری چیز نہیں ہے کیونکہ صبر کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو مل جاتے ہیں اور ؎

متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

پس صبر اتنی بڑی نعمت ہے جس پر معیت الٰہیہ کا انعام عظیم ملتا ہے۔

صبر کی تین قسمیں

اور صبر کے تین معنی ہیں سن لو۔

مصیبت میں صبر کرنا

(۱) الصبر فی المصیبة مصیبت میں صبر کرنا یعنی اللہ کی مرضی پر راضی رہے، دل سے شکایت اور اعتراض نہ کرے۔ حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح نماز فرض ہے روزہ فرض ہے حج فرض ہے زکوٰۃ فرض ہے جہاد فرض ہے اتنا ہی اللہ کی مرضی پر راضی رہنا بھی فرض ہے جس کا نام رضا بالقضا ہے۔ اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا یہ صرف سنت اور مستحب اور واجب نہیں بلکہ فرض ہے کہ دل میں اعتراض نہ پیدا ہو اور دل سے شکایت نہ کرے گو آنکھیں اشکبار ہو جائیں۔ اشکبار ہونا اور غم کا اظہار کرنا یہ صبر اور رضا بالقضا کے خلاف نہیں۔ میرا ایک شعر ہے ؎

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں

دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کئے ہے

بعض نادان کہتے ہیں کہ دیکھو اتنے بڑے عالم ہو کر رو رہے ہیں۔ وہ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ رونا خلاف سنت ہے حالانکہ خلاف سنت تو کیا ہوتا عین اتباع سنت ہے کیونکہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ صحابہ کے سوال پر آپ نے فرمایا یہ دلیل رحمت ہے، یہ بے صبری نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اپنے پیاروں کے

انتقال پر رونا خلاف صبر نہیں۔ لہٰذا جس کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے اس نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ادا کی۔ بعض لوگوں نے ضبط کیا اور نہیں روئے۔ آہ بھی نہیں کی تو کیا ہوا کہ برداشت نہ کرسکے اور حرکت قلب بند ہوگئی لہٰذا اتباع سنت میں ہماری حیات ہے، ہماری زندگی کی ضمانت ہے۔ اس لئے غم میں کچھ آہ کرلو، کچھ رولو، کچھ مرنے والے کا تذکرہ بھی کرلو یہ دلیل رحمت ہے دلیل تعلق ہے اور اس سے دل ہلکا ہوجاتا ہے۔ یہ خلاف صبر نہیں۔ بے صبری یہ ہے کہ اعتراض کرنے لگے یا زبان سے شکوہ کرے کہ میرے عزیز کو ابھی سے کیوں اٹھالیا وغیرہ۔

طاعت پر صبر کرنا

اور صبر کی دوسری قسم کا نام ہے 'الصبر علی الطاعة' یعنی جو نیک اعمال کرتا ہے، دین کا جو کام کرتا ہے جیسے نماز روزہ ذکر و تلاوت سب پر قائم رہے فرماں برداری و طاعت پر قائم رہنا بھی صبر ہے۔

گناہوں سے صبر کرنا

اور تیسری قسم ہے 'الصبر عن المعصية' جب گناہ کا تقاضا ہو تو نفس کو گناہ سے روکنا اور نفس پر کنٹرول رکھنا اور اس گناہ سے رکنے میں دل پر جو غم اور دکھ آئے اس کو برداشت کرنا یہ صبر سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ وہ صبر ہے جس سے انسان ولی اللہ بن جاتا ہے۔ جس کا دل گناہ کے لئے بے

چین ہو رہا ہو، جو شخص گناہوں کے شدید تقاضے دل میں رکھتا ہو اگر کوئی حسین شکل سامنے آجائے تو اسے دیکھنے کا شدید تقاضا ہوتا ہے مگر یہ تقاضے پر عمل نہیں کرتا اور چونکہ تقاضا شدید ہے اس کی وجہ سے اس کے بچنے میں اس کو مجاہدہ شدید ہوگا اور جب مجاہدہ شدید ہوگا تو اس کو مشاہدہ بھی شدید ہوگا یعنی اللہ کی تجلی اس کے قلب پر قوی تر ہوگی۔

قلب شکستہ اور نزول تجلیات الٰہیہ

اس لئے جو لوگ نظر بچاتے رہتے ہیں اور گناہ سے بچنے کا شدید غم اٹھاتے رہتے ہیں، جو سینہ میں ایسا دل رکھتے ہیں جو اللہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی خوشیوں کا خون کرتا رہتا ہے تو ایسے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات قرب الٰہیہ متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوتی ہیں۔ جن کے سینے ایسے دل کے حامل ہوں ان کے پاس بیٹھ کے دیکھو ان کی شان کوکر کی ہوجاتی ہے جو آج کل کی جدید ایجاد نے ثابت کردیا کہ جو بریانی پانچ چھ گھنٹے میں تیار ہوتی تھی اب چند منٹ میں تیار ہوجاتی ہے۔ پس ایسے دلوں کی صحبت بھی کوکر کی شان رکھتی ہے کہ چند صحبتوں میں ان کے ساتھ رہنے والوں کو نسبت اولیاء صدیقین عطا ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ غم اٹھانے والے بندے اپنے سینہ میں قلب شکستہ، ٹوٹا ہوا دل اور خون آرزو کا دریا کا دریا رکھتے ہیں ان کی صحبتوں میں بیٹھو پھر دیکھو گے کہ اللہ کے راستہ کی جو مسافت دس سال میں طے ہوتی وہ چند گھنٹوں میں ان شاء اللہ طے ہوجائے گی۔ حضرت

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد میرے اس قول کی تائید ہے کہ مولانا رومی کو سو برس کی تہجد سے جو قرب عطا ہوتا وہ شمس الدین تبریزی کی صحبت سے چند دنوں میں عطا ہو گیا۔

پس جو شخص صبر کی مذکورہ تینوں قسموں پر عمل کرے گا تو پھر

﴿ ان اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْن ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ کا انعام ہے اور صبر کی بدولت ہی ولایت کا سب سے اعلیٰ مقام صدیقیت نصیب ہوتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

صبر بگذیدند و صدیقیں شدند

انہوں نے صبر اختیار کیا اور مقام صدیقیت تک پہنچ گئے یہ نہیں کہ مصیبت پر صبر کرلیا، طاعت پر بھی صبر کرلیا لیکن شراب و زنا اور بدمعاشی جاری ہے۔ معیت خاصہ کا انعام جب ملتا ہے جب صبر کی تینوں قسموں پر عمل ہو خصوصاً جو الصبر عن المعصیۃ یعنی گناہوں کے تقاضوں پر صبر نہیں کرے گا وہ اللہ کی ولایت علیا سے محروم رہے گا۔ ولایت عامہ تو ہر مومن کو حاصل ہے مگر میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ جو چاہے کہ میرے قلب میں شکستگی آجائے، میرا دل اللہ کی محبت میں جلا بھنا کباب ہو اور میرے قلب پر تجلیات الٰہیہ متواترہ مسلسلہ بازغہ وافرہ عطا ہوں تو وہ گناہوں سے بچنے کا غم اٹھالے۔

ولایت و نسبت کی علامت

پھر وہ جہاں جائے گا اللہ کے عشق و محبت کے مشک کی خوشبو اُڑ جائے گی بڑے بڑے علماء تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ آہ یہ علوم تو ہم نے بھی پڑھے ہیں مگر اس کی زبان سے کیا بات نکل رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ وہ ہرن ہے جس کے نافہ میں مشک ہے۔ دو ہرن کھڑے ہیں ایک کے پیٹ سے مینگنی نکل رہی ہے مشک سے اس کا نافہ خالی ہے اور دوسرا ہرن اپنے پیٹ میں آدھا کلو مشک رکھتا ہے لاکھوں لاکھوں کا مشک ہے تو پھر یہ کھڑا رہتا ہے لیٹ کر گہری نیند نہیں لیتا، کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قوت دیتا ہے یہی ہلکی سی اونگھ اس کے لئے کافی ہے۔ کھڑا رہے گا نہ لیٹے گا نہ بیٹھے گا کیونکہ اس کے پاس ایک امانت آگئی اور دیکھتا ہے کہ شکاری لوگ مشک چھیننے کے لئے میری تاک میں ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کو اپنے تعلق کی دولت، نسبت کی دولت، ولایت کی دولت اپنے قرب خاص کی دولت دیتے ہیں تو اس کے سامنے مشک کیا چیز ہے۔ پھر وہ بھی چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی حسین میری دولت نسبت کو چرا نہ لے یعنی مجھ سے گناہ صادر نہ ہو جائے۔ نسبت مع اللہ کے مشک کی حفاظت میں وہ ہر وقت بیدار و چوکنا رہتا ہے۔

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے

حریم دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

مشک تو مخلوق ہے یہ خالق کا مشک لئے بیٹھا ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشبو لئے ہے اسی لئے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو دو سو میل حجاز مقدس تک گئی جبکہ رسول خدا حالت سفر میں تھے اور خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا انی لاجد ریح الرحمٰن من قبل الیمن یمن سے مجھے اللہ کے قرب کی خوشبو آرہی ہے۔ مشک میں اتنی طاقت کہاں کہ دو سو میل تک اس کی خوشبو جائے یہ حضرت اویس قرنی کے قلب کی خوشبو تھی جو اللہ کی محبت میں جل رہا تھا۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ بردست صبا

از یمن می آیدم بوئے خدا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبا کے ہاتھوں پر ہواؤں کے کندھوں پر یمن سے مجھے اللہ کی خوشبو آرہی ہے۔ دیکھئے اللہ والوں کی خوشبو کہاں تک پرواز کرتی ہے۔ بعض وقت اللہ والوں کی خوشبو سارے عالم میں پھیلتی ہے اور ان کے انتقال کی خبر بغیر خبر کے نشر ہو جاتی ہے۔ جب سورج ڈوبتا ہے تو سب کو پتہ چل جاتا ہے یا نہیں یا ریڈیو پر اعلان ہوتا ہے؟ سورج ڈوبتے ہی ہر آدمی اندھیرا محسوس کرتا ہے ایسے ہی حکیم الامت مجدد الملت آفتاب ملت تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب وہاں اس وقت موجود نہیں تھے لیکن انہوں نے اپنے دل میں اندھیرا محسوس کیا اور فرمایا محسوس ہو رہا ہے کہ نور ایک دم دل میں کم ہو گیا ہے،

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکیم الامت کا انتقال ہو گیا ہے، اور بعد میں وقت ملایا تو وہی وقت تھا جب حکیم الامت حضرت تھانوی کا انتقال ہوا تھا۔ اس لئے کہتا ہوں کہ اللہ والے ہو جاؤ پھر دوبارہ زندگی نہیں ملے گی اگر چاہتے ہو کہ تجلیات قرب الہیہ آپ کے دلوں پر متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوں تو ذرا ہمت سے کام لو۔ مرنے کے بعد تو گناہ چھوڑدوگے، جیتے جی چھوڑدو۔

گناہ چھوٹنے اور گناہ چھوڑنے کا فرق

تمہارا جنازہ بد نظری نہیں کر سکتا۔ مرنے کے بعد مردہ جسم کی قربانی اللہ کو قبول نہیں ہے۔ اللہ چاہتے ہیں کہ ہم ان پر زندہ فدا ہو جائیں۔ تم کس کا انتظار کر رہے ہو کہ مر جائیں گے تب گناہ چھوڑیں گے۔ اس وقت آپ چھوڑیں گے نہیں گناہ چھوٹ جائیں گے، اس کا نام چھوٹنا ہے چھوڑنا نہیں۔ جیتے جی گناہ چھوڑدو تاکہ اللہ کی دوستی کا اعلیٰ مقام نصیب ہو جائے۔ گناہ چھوڑنے کی تکلیفیں اٹھاؤ۔ جب الفت کرنا ہے تو کلفت اٹھاؤ اور جب الفت ہو گی تو کلفت محسوس بھی نہیں ہو گی۔

غم تقویٰ کی کیف و مستیاں

نظر بچا کر دل میں وجد آجائے گا کہ واہ رے میرے مالک آپ کی توفیق کی کیا شان ہے کہ آج سے بیس سال پہلے ہم ایک حسین کو بھی نہیں چھوڑتے تھے اور آج آپ نے یہ مقام دیا کہ ایک حسین کو بھی نہیں

دیکھتے اور آپ کے راستے کا غم اٹھانے میں وہ مستیاں مل رہی ہیں کہ کیا جانیں رند اور کیا جانیں میخانے اور کیا جانیں جام و مینا اور کیا جانے ساقی اور یہ بات نہیں کہہ رہا ہوں اتفاق۔ اس پر اولیاء کا اجماع ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں جتنا غم اٹھایا ان میں اتنی ہی خوشبو پیدا ہوئی جنہوں نے اللہ کے راستے میں سخت مجاہدہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا اتنا ہی مشاہدہ ہوا اتنی ہی خوشبو عطا ہوئی اتنا ہی درد دل عطا ہوا ۔

ہم نے لیا ہے داغ دل کھو کے بہار زندگی

اک گل تر کے واسطے ہم نے چمن لٹا دیا

کیونکہ دنیا کے پھول تو مرجھانے والے ہیں لیکن اللہ کے قرب کا پھول مرجھانے والا نہیں ہے۔

﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ﴾

ہر وقت ہر لحظہ ہر آن اللہ کی ایک نئی شان ہے اس کے برعکس بڑے بڑے معشوقوں کو دیکھو گے کہ وہ حسین لڑکیاں جن پر لوگ ایمان بیچتے تھے سو برس کی نانی اماں بن چکی ہیں اور نوجوان حسین لڑکے جن کو دیکھنے کو بڑے بڑے عقل والے پاگل ہوتے تھے اب وہی نانا ابا نظر آتے ہیں ارے ظالمو! بڈھے حسن یا حسن زوال شدہ کو چھوڑ دینا تو کافر کا بھی کام ہے، ہندو بھی نہیں پوچھتا، یہودی بھی عاشق نہیں ہوتا کسی بڈھی بڈھے پر تم مومن ہو کر اور اللہ کی راہ میں سلوک کا دعویٰ کر کے گول ٹوپیاں پہن کر اولیاء اللہ کی شکل بنا کر کس طرح ان بگڑنے

والی شکلوں پر بگڑتے ہو اور لومڑیوں کی طرح راہ فرار اختیار کرتے ہو، ہمت سے کام لو۔

تو اللہ تعالیٰ امتحان میں صبر کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بشارت دلا رہے ہیں۔

﴿وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾

اے نبی آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور ان ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

استرجاع کی سنت

اور مصیبت کی چار تفسیر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ذیل مواقع پر صبر فرمایا اور ﴿انا للّٰہ و انّا الیه راجعون﴾ پڑھا۔ ان چار مقامات پر انا للّٰہ پڑھ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت کر دی کہ چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر بھی انا للّٰہ پڑھ کر

﴿ ان اللّٰہ مع الصابرین ﴾

یعنی معیت خاصہ کی دولت حاصل کرلو۔ وہ کیا ہیں؟ (۱) عِنْدَ لَدْغ

الشَّوْکَۃِ کانٹا چبھ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا ہے۔ آیت اذا اصابتھم مصیبۃ کی تفسیر میں صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار مواقع پر بھی انا للّٰہ پڑھ کر عمل کا راستہ کھول دیا تاکہ تمہارے اندر فہم پیدا ہو کہ کہاں کہاں پڑھنا چاہئے۔(۲) وَ عِنْدَ لَسْعِ الْبَعُوْضَۃِ اور جب مچھر کاٹ لیتا تھا تب بھی آپ ﴿انا للّٰہ و انا الیہ راجعون﴾ پڑھتے تھے۔ یہ راستہ مل رہا ہے کہ چھوٹی مصیبت پر بھی فضیلت مل رہی ہے۔ ہے تو چھوٹی مصیبت مگر بڑی فضیلت لے لو، چھوٹے عمل پر اجر عظیم لے لو اور ﴿ان اللّٰہ مع الصابرین﴾ کی معیت خاصہ حاصل کرلو۔ اور آپ نے یہ خاموشی سے نہیں پڑھا ذرا بلند آواز سے پڑھا جب ہی تو صحابہ نے سنا۔ بس صحابہ کا سننا دلیل ہے کہ آپ نے زبان نبوت سے جہراً پڑھا جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر تو آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا ﴿وَ تَرَکُوْکَ قَائِمًا﴾ خطبہ کی حالت میں آپ قائم تھے جب اونٹوں کا قافلہ دیکھ کر گندم لینے کے لئے بعض صحابہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے معلوم ہوا کہ آپ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔ ﴿وَ تَرَکُوْکَ قَائِمًا﴾ میں قائماً حال ہے اور فعل حال سے مقید ہوتا ہے یعنی اس حالت میں آپ کو چھوڑا کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔ تو ایسے ہی صحابہ کا انا للّٰہ سننا دلیل ہے کہ آپ نے جہراً پڑھا۔ اور تیسرا موقع جب آپ نے انا للّٰہ پڑھا (۳) وَ عِنْدَ انْطِفَاءِ الْمِصْبَاحِ اور جب چراغ بجھ

جاتا تھا تو بھی آپ ﴿اناللہ و انا الیہ راجعون﴾ پڑھتے تھے۔اس زمانہ میں جب کبھی بجلی فیل ہو جائے تو اس سنت کو ادا کر لیا کریں۔ یہ نہیں کہ اب ہمارے پاس چراغ تو نہیں ہے۔ چراغ نہیں ہے تو بجلی تو ہے لہٰذا یہ سنت ادا کرو۔ایک دفعہ بجلی فیل ہو گئی تو حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ نے فرمایا کہ بجلی تو فیل ہوئی مگر دل میں تجلی تو ہے۔ اور چوتھا موقع جب آپ نے انا للہ پڑھا وہ یہ ہے (۴) وَ عِنْدَ اِنْقِطَاعِ الشِّسْعِ جب چپل کا فیتہ ٹوٹ جائے تب بھی پڑھو ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾۔ یہ چار مثالیں ہیں۔

تعریفِ مصیبت بزبان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت دیکھئے کہ ان چار مثالوں پر عمل کر کے امت کو دکھادیا لیکن پھر آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بھی بتادیا چونکہ ہر شفیق اور مہربان استاد چند جزئیات کے بعد ایک کلیہ بیان کر دیتا ہے تاکہ شاگرد اس پر قیاس کر سکے لہٰذا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلیہ بیان فرمادیا تاکہ قیامت تک آنے والی اُمت اپنی ہر حالت کو اس پر منطبق کر سکے اور قیاس کر سکے کہ انا للہ پڑھنے کے کیا مواقع ہو سکتے ہیں لہٰذا آپ نے کلیہ کے طور پر مصیبت کی تفسیر بیان فرمادی کہ کل 'ما یوذی المؤمن فھو مصیبۃٌ لہٗ و اجرٌ' ہر وہ چیز جو مومن کو تکلیف پہنچادے وہ اس کے لئے مصیبت ہے اور اس پر اجر ہے۔ اور ایک بات اور بھی سن لو کہ اگر دس سال پہلے کی مصیبت یاد آجائے جیسے دس سال پہلے کسی کا انتقال ہوا اور آج اس کا خیال آگیا اور دل میں

تھوڑا سا غم آگیا تو پچھلی مصیبتوں پر بھی جو ﴿اناللّٰہ و انا الیہ راجعون﴾ پڑھے گا اس کو بھی اجر ملے گا۔

اس امت کی ایک امتیازی نعمت

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہے جو سابقہ امتوں میں سے کسی اُمّت کو نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت تم ﴿انا للّٰہ و انا الیہ راجعون﴾ کہو۔ لہٰذا ہم سب کو اپنی قسمت پر شکر کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں وہ نعمت دی جو پچھلی امتوں میں کسی کو بھی نہیں دی اور فرمایا کہ اگر پہلے کسی کو یہ نعمت دی جاتی تو سب سے زیادہ حق حضرت یعقوب علیہ السلام کا تھا کہ جب ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام گم ہوگئے تو اس وقت وہ کہتے ﴿انا للّٰہ وانا الیہ راجعون﴾ لیکن چونکہ یہ نعمت کسی نبی کو نہیں دی گئی اس لئے بیٹے کے گم ہونے پر آپ کو جو غم پہنچا تو آپ نے کہا

﴿یااسفیٰ علیٰ یوسف﴾

ہائے یوسف افسوس! لہٰذا اس اُمّت کو انا للّٰہ مابہ الامتیاز نعمت ہے جو سارے عالم میں ہم کو امتیازی شرف دیتی ہے اُمم سابقہ سے ممتاز کرتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے کرم ہمیں عطا ہوئے۔

حقیقی صبر کیا ہے؟

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ صبر صرف زبان سے انا للہ پڑھنے کا نام نہیں۔ سنت استرجاع یعنی انا للہ پڑھنے کی سنت حقیقی معنوں میں اس وقت ادا ہوگی جب زبان کے ساتھ دل بھی شامل ہو کہ ہم اللہ کی ملک ہیں، ملکیت ہیں مملوک ہیں اور مالک کو اپنی ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارے گھر میں اور مولانا مظہر سلمہ کی والدہ بھی اللہ کی ملکیت تھیں۔ مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھے اور جب تک چاہے رکھے اور جہاں چاہے اٹھا کر رکھ دے۔ انا للہ سے مراد یہی ہے کہ ہم ہر طرح سے اللہ کی ملک ہیں اور مالک کو ہم پر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے۔ وانا الیہ راجعون اور یہ جدائی عارضی ہے ہم لوگ بھی وہیں جانے والے ہیں۔ یہ دو جملے ہیں ان سے بڑھ کر کائنات میں صبر کا کوئی کلمہ نہیں ہو سکتا۔ مصیبت میں اس کلمہ سے زیادہ مفید و لاجواب موتی کا کوئی مفرح خمیرہ نہیں پیش کر سکتا۔

”انا للہ“ کی تفہیم کیلئے ایک انوکھی تمثیل

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی انسان ایک الماری کا مالک ہو جس کے دو خانے ہوں۔ اس نے نیچے کے خانے میں ایک درجن پیالیاں رکھ دیں اور دو سال کے بعد نوکر سے کہا کہ نیچے کے خانے کی دو پیالیاں اٹھا کر اوپر

کے خانے میں رکھ دو۔ تو نوکر نے کہا کہ حضور آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں دو سال سے تو یہ ساتھ تھیں۔ فرمایا کیوں مت لگا بے وقوف! الماری میری، دونوں خانے میرے اور ان خانوں میں جو پیالیاں ہیں وہ بھی میری! سب کا میں مالک ہوں۔ مالک کو حق ہے کہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھے۔ نوکر نے کہا اچھا حضور یہ بات تو سمجھ میں آگئی میں اوپر ہی رکھ دیتا ہوں لیکن نچلی الماری کے خانے میں باقی دس پیالیاں جو ہیں وہ سب دو پیالیوں کی جدائی سے غمگین ہیں اور رو رہی ہیں۔ آپ مالک ہیں آپ کو تصرف کا حق حاصل ہے مگر ان کے غم کا کیا مداوا ہے۔ مالک نے کہا بے وقوف نیچے کے خانے میں کوئی نہیں رہے گا ہم سب کو یکے بعد دیگرے اوپر رکھنے والے ہیں۔ حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کی ایک الماری ہے اس کا ایک خانہ آسمان کے نیچے ہے یہ دنیا ہے اور دوسرا خانہ آسمان کے اوپر ہے وہ آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتے ہیں ہمیں نیچے کے خانے میں رکھتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اوپر کے خانہ میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ ہے تفسیر انا للّٰہ کی کہ ہم اللہ کے ہیں ان کی ملکیت ہیں اس لئے ان کو ہم پر ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

آں کہ جاں بخشد اگر بکشد رواست

جو جان دیتا ہے وہ اگر قتل بھی کردے یعنی جان کو واپس لے لے تو اس کے لئے بالکل روا ہے کیونکہ جان بھی تو اسی نے دی تھی جو جان دے سکتا ہے وہ جان لے بھی سکتا ہے اور و انا الیہ راجعون میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دے دی کہ

یہ جدائی عارضی ہے تم لوگ بھی یکے بعد دیگرے ہمارے پاس آنے والے ہو جہاں تمہارے بچھڑے ہوئے عزیزوں سے بھی دوبارہ ملاقات ہو جائے گی اور پھر کبھی جدائی نہ ہوگی۔

رہا جدائی کا غم ہونا تو یہ طبعی بات ہے اور رحمت کا تقاضا ہے چنانچہ مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے اگلے دن جب میرے بیٹے مولانا مظہر سلمہ نے مجھے اطلاع کی کہ مرض بڑھ گیا ہے لیکن کہا کہ والدہ بھی اجازت دے رہی ہیں کہ ابھی وہاں اور رہ جاؤ تو میں نے دل میں کہا کہ اجازت اور ضابطہ اور چیز ہے اور رحمت اور رابطہ اور چیز ہے لہٰذا میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اب مجھے فوراً واپس جانا چاہئے کیونکہ عمرہ ہو چکا۔ معلوم ہوا کہ رات کو کراچی کے لئے ایک پرواز ہے لیکن بتایا گیا کہ اس میں جگہ ملنا بوجوہ مشکل ہے لیکن یہ بھی میرے گھر میں کی کرامت تھی کہ ہمارے دو احباب سعودی ایر لائن کے دفتر گئے تو وہاں بہت اجتماع تھا شاید ڈیڑھ دو گھنٹہ میں نمبر آتا لیکن دو منٹ میں کمپیوٹر میں ان کا نام آگیا۔ تین سیٹیں بھی مل گئیں اور بورڈنگ کارڈ بھی مکہ شریف ہی میں مل گیا جبکہ جدہ ایرپورٹ پر ملتا ہے۔ ان کی کرامت تھی کہ ہر طرف سے مدد ہوئی۔

اس کے بعد مدینہ پاک کی حاضری کے لئے ٹیکسی ہی سے گئے مواجہہ شریف میں صلوٰۃ و سلام پڑھا اور اسی ٹیکسی سے فوراً جدہ واپس ہو گئے۔ سارا دن مسلسل سفر رہا، ایک لمحہ کو آرام نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ ضعف کے باوجود سب نہایت آسانی سے ہو گیا۔ ۳ شعبان مطابق ۲۳ نومبر کی

شام کو گئے تھے اور ۵ شعبان یعنی پچیس نومبر کی صبح کو کراچی پہنچ گئے۔ صرف ایک دن کے اندر عمرہ کی ادائیگی اور مدینہ پاک کی حاضری سب اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی۔ علالت کے سولہویں دن ۱۹ شعبان ۱۴۱۹ھ بدھ کے دن ان کا انتقال ہوا۔ تقریباً پچاس سال کا ساتھ رہا۔ میرے دل سے پوچھو کہ اس غم کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا جو دل کو پہنچا۔ پچاس سال کا ساتھ کوئی معمولی بات نہیں اور صرف ساتھ نہیں بلکہ سراپا وفاداری اور ہمیشہ دین میں معین رہیں۔ میرا حضرت شیخ پھولپوری کی خدمت میں مسلسل رہنا ان ہی کی وجہ سے ممکن ہوا کیونکہ انہوں نے خوشی سے اجازت دی کہ جب تک چاہیں شیخ کے ساتھ رہیں۔ حضرت شیخ کے ساتھ پہلی بار جب پاکستان آیا تو ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ایک سال تک واپس جانا نہ ہوا۔ نہ جانے کس مجاہدہ و مشقت اور تنگی سے یہ سال گذارا لیکن کبھی شکایت نہ کی۔ اسی لئے دل کو اتنا غم ہوا جس کو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور ساتھ بھی نصف صدی کا ساتھ دو چار دن کی بات نہیں ۔

نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

مقام تسلیم و رضا

ایک رات تو اچانک میرے منہ سے نکل گیا کہ اے بڑھیا تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی پھر میں نے جلدی سے اپنے دل کو سنبھالا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی مرضی پر راضی ہیں اور اس وقت ان کی رحلت آپ

کی منشا سے ہوئی لہٰذا اس وقت سے بہتر کوئی وقت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ آپ کی تجویز اور آپ کی مرضی سے بڑھ کر دونوں جہان میں کوئی چیز نہیں اور آپ کے ہر فعل میں حکمت اور بندوں کا فائدہ ہے لہٰذا مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ اس لئے اے اللہ آپ کے فیصلوں پر ہم دل سے راضی ہیں اور فالج کی وجہ سے ایسی حالت ہوگئی تھی کہ اگر دس بارہ دن اور زندگی ہوتی تو بستر پر لیٹے لیٹے کھال زخمی ہونے لگی تھی پھر خدانخواستہ اگر سڑنا شروع ہو جاتی تو وہ تکلیف ہم سے برداشت نہ ہوتی لہٰذا جس وقت اے اللہ آپ نے بلایا وہ ان کے لئے بھی رحمت ہے، ہمارے لئے بھی رحمت ہے۔ بس آپ اپنی رحمت سے ان کی مغفرت بے حساب فرمایئے اور اپنی آغوش رحمت میں لے لیجئے اور کروٹ کروٹ چین عطا فرمایئے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمایئے اور ان کی برکت سے ہمارے تمام جائز کام اپنی رحمت سے بنا دیجئے۔

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے حالات رفیعہ

آج ایک راز کی بات بتاتا ہوں کہ میں ان کی بزرگی کا اتنا معتقد ہوں کہ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا تھا کیونکہ میں نے پچاس سال ان کو دیکھا کہ انتہائی تہجد گذار، بڑی صابرہ بہت شاکرہ تھیں، دنیا کی محبت تو جانتی ہی نہ تھیں۔ زندگی بھر کبھی فرمائش نہیں کی کہ ہمیں ایسا کپڑا لادو یا ویسا۔ جانتی ہی نہ تھیں کہ دنیا کہاں رہتی ہے۔ جب گھر میں جاتا تو دیکھتا کہ قرآن شریف کھلا ہوا ہے اور تلاوت ہو رہی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے

ایک نعمت عظمیٰ بنایا تھا اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ ان کے پیٹ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے مولانا مظہر کو عطا فرمایا۔ پھر ان کے ذریعہ سے ہمیں پوتے عطا فرمائے جو سب ماشاء اللہ حافظ ہیں اور عالم ہو رہے ہیں کچھ عالم ہو چکے اور کچھ ہو رہے ہیں۔ جس زمین سے سونے کا پہاڑ ملا ہو اس کی انسان کتنی قدر کرتا ہے۔ نیک اولاد کی نعمت عظمیٰ کا ذریعہ اور جڑ تو وہی ہیں لہٰذا طبعی غم تو فطری بات ہے اور رحمت کا تقاضا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر الحمد للہ دل بالکل راضی ہے۔ ایک نہ ایک دن تو جانا ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو انتقال سے کچھ پہلے اپنی ڈائری میں ایک شعر لکھ دیا تاکہ میرے بعد میرے بچے زیادہ نہ روئیں۔ عجیب پیارا شعر ہے ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر در حقیقت گھر گیا

یعنی میں تو اپنے گھر اپنے وطن جارہا ہوں جہاں اپنے بچوں اور بڑوں اور خاندان کے تمام بزرگوں سے مل کر اور سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر کتنا خوش ہوں گا۔ مرنا در حقیقت اپنے گھر جانا ہے۔ ہمارا زیادہ خاندان تو وہیں ہے۔ انتقال سے چند دن پہلے کہنے لگیں کہ ابھی ابھی ہمارے بیٹے اظہر اور اطہر آئے تھے۔ دو بیٹے مولانا مظہر سے پہلے پیدا ہوئے تھے جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ جب یہ کہا تو اسی وقت دل کھٹک گیا کہ اب بچنا مشکل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ منکشف

ہو رہا ہے۔

حالات برزخ

بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کا جسم خاکی لے لیا اور قبرستان میں لٹا دیا لیکن اس پر ایمان لانا ضروری ہے کہ فوراً جسم اعلیٰ عطا ہو گیا ہو گا۔ عالم برزخ جو روحوں کی انتظار گاہ اور ویٹنگ روم ہے جہاں پر قیامت تک رہنا ہے وہاں مرتے ہی دوسرا جسم عطا کر دیا جاتا ہے۔ ایمان والوں کو علیین میں اور کافروں کو سجیین میں رکھا جاتا ہے۔ ایمان والوں کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور کافروں کے لئے دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور مومن جب مر کر اللہ کے پاس جاتا ہے تو عالم برزخ میں اس کو فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب کی جاتی ہے خواہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ اس طرح جو خاندان والے پہلے جا چکے ہیں مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ سب سے ملاقات ہو گی۔

موت بھی رحمت ہے

پس مرنے والا تو وہاں خوش ہوتا ہے لیکن رہنے والوں کو غم ہوتا ہے لیکن یہ تکوینی انتظام ہے اگر موت نہ آئے تو گھر میں رہنے کی جگہ نہ ہو۔ مان لیجئے دو سو گز کا پلاٹ ہے اور پانچ نانا اور پانچ نانی اور پانچ دادا اور پانچ دادی سب زندہ ہیں اور بستروں پر لیٹے ہوئے ہیں تو بتائیے گھر میں

جگہ رہے گی؟ پھر تو تعویذ دباؤ گے کہ اللہ میاں ان کو جلدی بلائیے نہ معلوم یہ
جاتے کیوں نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ موت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

صبر پر تین عظیم الشان بشارتیں

رہا غم تو اس پر کتنی بڑی بشارت دی جارہی ہے وہ کیا بشارت
ہے؟ فرماتے ہیں:

﴿ اولئك عليهم صلواتٌ من ربهم ﴾

جو مصیبت کے وقت صبر سے رہتے ہیں، اللہ سے راضی رہتے ہیں تو ان پر ان
کے رب کی طرف سے خاص خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ صلوٰۃ کے کئی
معنی ہیں۔ جب بندے کے لئے کہا جائے کہ صلوٰۃ پڑھ رہے ہیں، تو صلوٰۃ کے
معنی نماز کے ہیں اور جب دعا مانگ رہا ہو تو صلوٰۃ کے معنی دعا کے بھی ہیں۔
صلوٰۃ کی نسبت جب مخلوق کی طرف کی جائے گی تو مراد ہے نماز اور دعا اور جب
اللہ کی طرف نسبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیج رہا ہے تو وہاں مراد نزول
رحمت ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنی دعائے مغفرت کے بھی ہیں جیسا کہ
حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کی محبت میں کسی بندے کے پاس جاتا
ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں جیسا کہ اس فقیر کی محبت میں اللہ
کے لئے آپ لوگ یہاں آتے ہیں تو اللہ و رسول کے وعدوں پر ایمان لانا
ضروری ہے کہ ستر ہزار فرشتے گھر سے ساتھ چلتے ہیں شیعه سبعون الف

ملك يصلون عليه ای یستغفرون لہٗ یعنی ستر ہزار فرشتے راستے بھراس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے نیک گمان سے کسی کو اللہ والا سمجھ کر محض اللہ کے لئے اس سے ملاقات کرنے آتے ہیں تو ستر ہزار فرشتوں کی ڈیوٹی لگادی جاتی ہے جو راستہ بھراس کے ساتھ چلتے ہیں اوراس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جب وہ مصافحہ کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے کہتے ہیں اللّٰھم انہٗ وصل فیك ای لاجلك یا اللہ یہ آپ کے لئے مل رہا ہے، آپ کی وجہ سے محبت کر رہا ہے فصلہٗ اس کو اپنے سے ملا لیجئے۔ اسی لئے جو لوگ اللہ والوں سے ملتے ہیں جلد اللہ والے ہو جاتے ہیں کیونکہ ستر ہزار فرشتوں کی دعائیں لگتی ہیں۔ دیکھئے صلوٰۃ کے معنی ہر جگہ کے اعتبار سے بدل رہے ہیں اس حدیث میں صلوٰۃ کی نسبت جب فرشتوں کی طرف ہوئی تو یہاں معنی ہوئے دعائے مغفرت۔ لیکن صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں نزول رحمت۔

صلوٰۃ علی النبی کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ان اللّٰہ و ملٰئکتہٗ یصلون علی النبی

یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیماً﴾

حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اس کا

یہ ترجمہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے رحمت بھیجنے سے مراد نزول رحمت ہے اور رحمت بھی مشترکہ نہیں جو اوروں کو بھی حاصل ہے بلکہ رحمت خاصہ مراد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے مناسب ہے اور جو مخلوق میں کسی اور کو حاصل نہیں اور فرشتوں کا رحمت کا بھیجنا اور آگے جو مومنین کو رحمت بھیجنے کا حکم ہو رہا ہے اس سے مراد اس رحمت خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اس کو عرف عام میں درود کہتے ہیں۔

صلوٰۃ (درود) کے مختلف مطالب

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقام شفاعت ہے اور فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب دعا کرنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی درجات اور زیادتی مرتبہ کے لئے اور آپ کی اُمّت کے لئے استغفار کرنا ہے۔ اور مومنین کے درود کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ساتھ محبت اور آپ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر موقع اور نسبت کے اعتبار سے صلوٰۃ کے مطالب جدا ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل محبوبیت عند اللہ

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہت سے احکامات نازل فرمائے اور بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعریفیں اور توصیفیں بھی فرمائیں اور بہت سے اعزاز واکرام فرمائے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کرو لیکن کسی حکم اور کسی اعزاز واکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو یہ اعزاز صرف سید الانبیاء سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ یعنی درود شریف کی نسبت اولاً اپنی طرف کی ثانیاً فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مومنین کو حکم دیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو تم بھی درود بھیجو۔ لہٰذا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہوگا کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ خود شریک ہیں۔

معلوم ہوا کہ لفظ صلوٰۃ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے تو معنی کچھ اور ہوتے ہیں اور فرشتوں اور مومنین کی طرف نسبت ہوتی ہے تو دوسرے معنی ہوتے ہیں۔

پہلی بشارت ”رحمت خاصہ“

تو صابرین کے لئے اللہ کی طرف سے جو بشارت دی جارہی ہے وہ کیا

ہے؟

﴿اولئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ﴾

صلوات جمع ہے صلوٰۃ کی معنی خاص خاص رحمتیں یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں پر خاص خاص رحمتیں نازل فرمائے گا لیکن آگے و رحمۃ نازل فرماکر بتادیا کہ میں رحمت عامہ سے بھی اپنے صبر کرنے والے بندوں کو محروم نہیں کروں گا۔ یہ تعمیم بعد التخصیص ہے کہ صابرین پر خاص خاص رحمتیں تو اللہ برسائے گا ہی مگر رحمت عامہ بھی دے گا یعنی رحمت خاصہ کے آبشار کے تسلسل کے ساتھ رحمت عامہ بھی ملے گی، پے در پے صلوات اور رحمت پہ رحمت نازل ہوگی۔ یہ تفسیر بیان القرآن ہے جو پیش کر رہا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صلوات سے مراد خاص خاص رحمتیں ہیں۔

دوسری بشارت ''رحمت عامہ''

اور جو بعد میں و رحمۃ ہے یہ تعمیم بعد التخصیص ہے یعنی رحمت عامہ مراد ہے اور اس کی وجہ حضرت نے عجیب بیان فرمائی کہ چونکہ حکم صبر پر عمل کرنے میں تمام صابرین مشترک ہیں اس لئے اس کا بدلہ رحمت عام ہے لیکن چونکہ ہر صابر کے صبر کی کیفیت و خصوصیت و کمیت جدا ہے لہٰذا ان خصوصیات کا صلہ بھی جدا جدا خاص عنایتوں سے ہوگا۔ جتنا جس کا صبر ہوگا اتنی ہی عنایت خاصہ اس پر مبذول ہوگی۔ ﴿اولئک علیھم صلوٰت من ربھم﴾

اور یہ نزول رحمت تمہارے رب کی طرف سے بدون واسطہ ملائکہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست رحمتیں نازل ہوں گی۔ من ربھم فرمایا کہ تمھارا رب براہ راست تم پر رحمت نازل کرے گا دیکھو کوئی دوست کسی کو براہ راست کوئی چیز دے اور خود نہ دے بلکہ کسی کے ذریعہ سے دے فرق ہے یا نہیں تو من ربھم سے اللہ تعالیٰ نے مزہ بڑھا دیا اور صبر کو میٹھا کر دیا کہ تمہارے رب کی طرف سے بدون واسطہ ملائکہ رحمت خاصہ بھی ملے گی اور رحمت عامہ بھی۔

تیسری بشارت "نعمت اهتداء"

﴿و اولٰئك هم المهتدون﴾

اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ بھی دکھایا اور مطلوب تک بھی پہنچا دیا یعنی اس حقیقت تک ان کی رسائی ہوگئی کہ حق تعالیٰ ہی ہمارے مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والے ہیں۔ ہدایت کے دو معنی ہیں ایک تو اراءۃ الطریق یعنی راستہ دکھانا اور دوسرے ایصال الی المطلوب یعنی مطلوب تک پہنچا دینا۔ اراءۃ الطریق یہ ہے کہ جیسے کوئی راستہ دکھادے کہ وہ نیپا چورنگی ہے اور ایصال الی المطلوب یہ ہے کہ نیپا چورنگی تک پہنچادیا۔ پس صبر کی دو برکات ہیں ایک تو اللہ کا راستہ نظر بھی آئے گا اور دوسرے اللہ تک رسائی بھی ہوگی۔ یہ ہے مھتدون کا ترجمہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں کہ جن کو

اپنے ملک ہونے اور حق تعالیٰ کے مالک ہونے کا یقین آگیا اور جو سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقصان کا تدارک فرمادیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت مبارکہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نعم العدلان و نعم العلاوۃ دونوں عین پر زیر ہے "ـِ" صاحب منجد لکھتے ہیں کہ العدلان کے معنی اونٹ کے اوپر دو طرف بورا ہو گندم کا یا کھجور کا اور بیچ میں بھی ایک بورا ہو تو اس کا نام ہے العلاوۃ اس کو اصطلاح میں کہتے ہیں ارے بھائی لدالدیا اونٹ جارہا ہے تو فرمایا نعم العدلان و نعم العلاوۃ یعنی دو بورے اللہ کی رحمت خاصہ اور رحمت عامہ کے تو تھے ہی ان کے درمیان میں اللہ نے نعمت کا ایک بورا اور رکھ دیا وہ کیا ہے؟ نعمت اھتداء یعنی نعمتوں سے بھرے ہوئے اونٹ کی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ باطنی نعمتوں کی بارش فرمادی یعنی رحمت خاصہ بھی عطاء فرمائی اور رحمت عامہ بھی اور اس کے ساتھ نعمت اھتداء بھی جس سے بندہ وصول الی اللہ سے بھی مشرف ہوگیا، مقرب بھی ہوگیا، محبوب بھی ہوگیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ارے بھائیو یہ آیت تو لدالدیا اونٹ ہے کہ صلوات بھی ہے رحمت بھی ہے اور اھتداء بھی ہے یعنی صبر کرنے والوں کو رحمت خاصہ بھی ملی اور رحمت عامہ بھی ملی اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کا اور اس طرح ان کی

محبوبیت کا بھی اعلان فرمادیا۔

شرح حدیث "ان للہ ما اخذ ..."

اب حدیث پاک کا ترجمہ کرتا ہوں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تعزیت میں جو تسلی ہے وہ دنیا بھر کے کلام میں نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ و کل عندہٗ باجل مسمیً اللہ نے جو چیز ہم سے لے لی وہ اللہ ہی کی تھی للہ میں لام تملیک کا ہے کہ اللہ ہی اس کا مالک ہے۔ اگر کوئی امانت کے طور پر کوئی چیز آپ کو دے کہ اس کو اپنے پاس رکھو پھر جب وہ واپس لیتا ہے تو آپ کو غم نہیں ہوتا۔ ہم کو جو مرنے والوں کا حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے ہم لوگ اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہماری ملکیت نہیں تھی بلکہ اللہ کی امانت تھی۔ و لہٗ ما اعطی اور جو کچھ اللہ نے عطا فرمایا وہ بھی اللہ ہی کا ہے لہٰذا جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں جو اعزا موجود ہیں سب نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے جو کچھ اللہ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے ہر چیز کا وقت اللہ کے ہاں مقرر ہے کہ فلاں وقت اس کو فلاں چیز عطا ہوگی اور فلاں وقت فلاں چیز واپس لی جائے گی پس عطا پر شکر کرو اور مافات پر صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو ۔

عبدیت کا توازن ہے قائم
صبر سے شکر سے اس جہاں میں

اور مرنے والے کو ایصال ثواب کریں جانی بھی اور مالی بھی یعنی عبادات نافلہ و تلاوت وغیرہ کا ثواب بھی پہنچائیں اور مال خرچ کر کے صدقہ جاریہ کا ثواب بھی پہنچائیں اور مالی ثواب مردے کے لئے زیادہ نافع ہے۔

بس اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ یہاں جتنے حضرات اور خواتین ہیں جس کو جو غم ہو یا اللہ اس کو خوشیوں سے بدل دے جس کی جو جائز حاجت ہو اس کو یا اللہ پوری فرمادے اور اپنی رحمتوں کی بارش فرمادے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمادے خاص کر ہمارے خاندان والوں کے لئے کیونکہ جو قریب ہوتا ہے اس کو غم بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اب ہمارا تو گھر میں جانے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ ہمارا معمول تھا کہ روزانہ جا کر ملاقات، ہنسنا بولنا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر دل سے راضی ہوں کیونکہ جو کچھ ہوا ان کی منشا اور مرضی سے ہوا لہٰذا ان کی مرضی سب سے بہتر سب سے بڑھ کر ہے ؎

جو ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا
وہ جو حسب مرضی دلبر ہوا

میرا شعر ہے ؎

کیف تسلیم و رضا سے ہے بہار بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اختر روح رنجیدہ نہیں

اللہ نے ان کو میرے لئے ایک نعمت عظمیٰ بنایا تھا جن کے پیٹ سے اللہ نے مجھے مولانا مظہر کو عطا فرمایا نیک اولاد نعمت عظمیٰ ہے پھر ان کے ذریعہ سے پوتے عطا

فرمائے۔ ماشاء اللہ حافظ ابراہیم سلمہٗ کے پیچھے اللہ نے ہمیں نماز عطا فرمادی یہ دوسری پشت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں برکت دے اور ہر سانس اللہ کے دین کے لئے وقف فرمادے اللہ تعالیٰ میری چوتھی پشت کے پیچھے بھی نماز عطا فرمادے۔ آپ لوگ دعا کرہی رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ ایک سو بیس سال مجھ کو میری اولاد کو اور میرے احباب کو بھی زندگی عطا فرمائے اور ہم سے اپنے دین کے ایسے بڑے بڑے کام لے لے کہ قیامت تک اس کے نشانات باقی رہیں اور دنیا سے خوب خوب کما کر جائیں اور اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور ہم سب کو اے اللہ نسبت اولیاء صدیقین عطا فرما۔ یعنی اللہ کی دوستی کا سب سے اعلیٰ مقام صدیقین کا ہے، صدیقیت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے لیکن اللہ نے اپنی دوستی کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھولا ہوا ہے اللہ ہمیں اپنے دوستوں کا اعلیٰ مقام نسبت اولیاء صدیقین عطا فرمادے۔ وہ کیا ہے کہ ہر سانس ہم آپ پر فدا کریں اور آپ کو خوش رکھیں ایک لمحہ آپ کو ناراض کر کے اس کمینے پن بے غیرتی اور خباثت طبع سے ہم اپنے دل کو حرام خوشیوں سے خوش نہ ہونے دیں۔ بس یہ دردِ دل اختر مانگتا ہے اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اپنے احباب کے لئے اور ان کے خاندان کے لئے اور ساری امت مسلمہ کے لئے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین .

اُڑ گیا رنگ حُسن فانی کا

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا

کیسا دیکھا تھا ہو گئے کیسے
کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا

مل گئے خاک قبر میں کتنے
ناز تھا جن کو زندگانی کا

دل لگا بس خُدا سے اے ظالم
خوف کر موت ناگہانی کا

یہ جہاں گر گیا نگاہوں سے
جب کھُلا حال دارِ فانی کا

میرا اب دل کو کس سے بہلائے
اُڑ گیا رنگ حُسن فانی کا

شیخ کامل کے فیض سے دل ہے
حامِل کیفِ جبادوانی کا

خاک تن کو عطا ہو ان کا غم
ہے صِلہ ان کی مہربانی کا

حال دیکھو تو اللہ والوں پر
مستیِ خمرِ آسمانی کا

سُن لو قصہ زبانِ اخترؔ سے
اس کے دل کے غم نہانی کا